© rasailojaraid.com

مولانا ارشاد الحق صاحب
ادارہ علوم اثریہ، لائل پور

قسط نمبر (۳)
گزشتہ سے پیوستہ

احسن الکلام

اور امام دارقطنی نے جو یہاں ابن لہیعہ کو لیس بالقوی کہنے کے باوجود اس کی روایت کو حسن کہا ہے تو اس کے دو وجوہ ہیں۔

۱۔ ابن لہیعہ پر جرح اس کی ذات کے اعتبار سے ہے اور جو انہوں نے اس کی مسند کو حسن کہا ہے تو وہ باعتبار صحت متن ہے امام ترمذی نے اس قسم کی متعدد روایات کو حسن کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے "النکت" میں اس کی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں۔

۲۔ آئمہ جرح و تعدیل کسی راوی پر جرح کرتے ہوئے کبھی "لیس بالقوی" بولتے ہیں اور کبھی "لیس بقوی"۔ کتب رجال کی ورق گردانی اور تراجم رجال پر غور و فکر کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں لفظوں میں فرق ہے۔ "لیس بقوی" میں راوی کے قوی بولنے کی نفی ہے اور "لیس بالقوی" میں اس کے درجہ کاملہ کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ اور اس کی روایت درجہ حسن سے ساقط نہیں ہوتی۔ چنانچہ مولانا امیر علی فرماتے ہیں:

"یطلق لیس بالقوی علی الصدوق" (التہذیب ص ۲۴)

اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن الیمانی فرماتے ہیں:

"کلمۃ لیس بقوی تنفی القوۃ مطلقا و ان لم تثبت الضعف مطلقا و کلمۃ لیس بالقوی انما تنفی الدرجۃ الکاملۃ من القوۃ" (التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ص ۲۳۲ ج ۱)

یہی وجہ ہے کہ الفاظ جرح میں ان کو درجہ خامسہ میں جگہ ملی ہے۔

۳۔ امام دارقطنی اس روایت کو متابعۃً لائے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت دیگر طرق سے بھی لائے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے اس کی روایت کو حسن کہا ہے۔ علامہ سیوطی اسی کلمہ "لیس بالقوی" کے متعلق فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

"ومن یوصف بھذا یحسن حدیثہ بالمتابعۃ"

(التعقبات ص ۵۳)

۴- مزید یہ کہ حافظ سیوطی ہی نے لکھا ہے:

"ھو من رجال مسلم فی المتابعات وفیہ کلام کثیر والصواب انہ حسن الحدیث"

(التعقبات ص ۳۶)

بنابریں اگر امام دارقطنی نے اس کی روایت کو لیس بالقوی کہنے کے باوجود حسن کہا ہے تو یہ عین اصطلاحات محدثین اور مسلمات کے مطابق ہے۔

اس کے علاوہ مولانا صفدر صاحب نے امام دارقطنی پر اس سلسلہ میں جو اعتراضات کیے ہیں ہم نے اپنے رسالہ میں ان کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔

اسی طرح مولانا صفدر صاحب مولانا مبارکپوری کے قول کہ:

"نا فرض مستور بھی ہو تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستور کی حدیث حجت ہے۔"

(احسن الکلام ص ۹۱)

کو نقل کرنے کے بعد جواباً فرماتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ امام ابوحنیفہ مستور کی روایت کو حجت سمجھتے ہیں" اس کے بعد تحریر الاصول اور حسامی وغیرہ کے حوالجات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ کا مستور کی حدیث کے بارے میں صحیح مسلک وہ ہے جو علماء احناف نے پیش کیا ہے نہ کہ وہ جو حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کیونکہ مشہور ہے:

"صاحب البیت ادری بما فیہ" (احسن ص ۹۵) لیکن یہاں بھی حضرت مولانا صفدر صاحب نے تدلیس وتلبیس سے کام لیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو شرح نخبۃ الفکر کی طرف منسوب کرتے ہوئے گویا حافظ ابن حجرؒ کو در پردہ کوسنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجرؒ نے تو فقط یہی کہا ہے "وقد قبل روایتہ ای المستور جماعۃ بغیر قید"

اور امام ابوحنیفہؒ کے اس مسلک کی صراحت علامہ علی قاریؒ نے "شرح شرح نخبۃ الفکر" میں کی ہے۔ جس کی وضاحت خود مولانا مبارکپوری نے "تحقیق الکلام" ہی میں فرما دی ہے۔ اگر امام ابوحنیفہ کے مسلک کا علم نہیں تو وہ ملا علی قاری حنفی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اس الزام سے بہرحال بری الذمہ ہیں۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ شرح نخبۃ الفکر کے محشی مولانا عبداللہ ٹونکی ہیں۔ انہوں نے بھی حاشیہ شرح نخبۃ الفکر [illegible] سے امام ابوحنیفہؒ کا یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلک نقل کیا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کا نقد و تبصرہ نہیں کیا۔ ان دونوں حنفی بزرگوں کے علاوہ علامہ محمد بن محمد بن عمر الحنفی صاحب الحسامی کا فیصلہ بھی پڑھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:

والمستور کالفاسق لا یکون خبرہ حجۃ فی باب الحدیث مالم یظھر عدالتہ الا فی الصدر الاول علی ما نبین وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ مثل العدل فیما یخبر عن نجاسۃ الماء وذکر فی کتاب الاستحسان انہ مثل الفاسق فیہ وھو الصحیح" (الحسامی مع النامی ص ۱۴۳، ۱۴۴ ج ۱)

خط کشیدہ عبارت کو دیکھ لینے کے بعد ناظرین کرام اندازہ فرمائیے کہ مولانا صفدر صاحب نے "الحسامی" کا نامکمل اور ادھورا حوالہ نقل کرکے دیانت کا کس قدر خون کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے اصل مسلک کو چھپانے کی کس قدر مذموم کوشش کی ہے۔ بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ کے اس مسلک کو علامہ ابن ہمام نے "غیر ظاہر الروایت" قرار دیا ہے لیکن شیخ عبد الحق الحقانی الدہلوی کی رائے ان کے برعکس ہے۔ چنانچہ موصوف "النامی شرح الحسامی" میں فرماتے ہیں:

"وھو الظاھر من مذھبہ"

اسی طرح "انہ مثل الفاسق والصحیح" کے تحت فرماتے ہیں:

لظھور الفسق فیما بعد الصدر الاول"

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موصوف مستور کے متعلق علمائے احناف کا مسلک یہ بتلاتے ہیں کہ صدر اول یعنی خیر القرون میں مستور کی روایت مقبول ہے اور ظاہر روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ مستور کی روایت قبول کی جائے گی۔

یاد رہے کہ علامہ الحسامی نے امام حسن سے مستور کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کا قول اگرچہ نجاست اور طہارت ہی کے متعلق نقل کیا ہے لیکن احادیث و اخبار میں بھی ان کا یہی مسلک ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو التحریر مع التیسیر ص ۸۹ ج ۳۔

امام ابو حنیفہ کے اس مسلک کی صراحت دیگر علمائے احناف نے بھی کی ہے چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی "مقدمہ فتح الملہم" میں فرماتے ہیں:

"روایۃ المستور وھو عدل الظاھر خفی الباطن یحتج بھا بعض من رد الاول کسلیم الرازی من الشافعیۃ ...... قلت ومنھم ابو بکر بن فورک وکذا قبلہ ابو حنیفۃ خلافا للشافعی" الخ (مقدمہ ص ۶۲ ج ۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب کی کتاب "انہار السکن" کے پس منظر و پیش منظر سے اہل علم اور بالخصوص ہمارے مکرم مخاطب بخوبی واقف ہیں جس میں اصولِ احناف کو محدثین کرام کے اصول و ضوابط پر فوقیت دکھلانے کی پوری کوشش کی گئی ہے جس پر وہ اپنے حلقہ میں دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اگر ان فنی مباحث کی عنان تحقیق و تجسس پر منحصر ہوتی تو ہمیں افسوس نہ ہوتا۔ ہر صاحب کو دیانت داری سے اپنے دلائل کو مدلل کرنے کا حق ہے لیکن کتاب کا مقصد فن کی خدمت نہیں محدثین پر اعتراضات و الزامات کی فہرست تیار کرنا اور آئمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ قاضی ابویوسفؒ امام محمدؒ) کا تعارف ان کی مساعی کا تذکرہ اور ان کی پوزیشن صاف کرنا ہے بلکہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی وغیرہ کی طرح ان میں بھی علامہ کوثری کی روح حلول کر گئی ہے۔ اور اب یہ حضرات حنفی المشرب ہی نہیں "کوثری المشرب" بھی نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو انداز انہوں نے اختیار کیا ہے۔ اس کی نشان دہی کا یہ موقعہ نہیں تاہم یہ ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ اس کا مکمل و مدلل جواب بطل جلیل محدث شہیر حضرت مولانا سید بدیع الدین شاہ صاحب پیر آف جھنڈا امیر جمعیت اہل حدیث متعنا اللہ بطولہ حیاتہٗ نے "در انہار الزکن" کے نام سے دیا ہے۔

اس کی طباعت کا انتظام بہر حال ضروری ہے خدا وہ دن لائے کہ یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مقبولِ اہلِ جہاں اور حضرت سید صاحب کی یادگار نفیسہ ہو اور "تسکین" کے پردہ میں تخریب کی نقاب کشائی ہو۔

مولانا ظفر احمد تھانوی نے اسی کتاب میں مستور کی روایت پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک علامہ علی قاری سے نقل کر کے ان کی تائید میں امام ابن حبان اور بعض شافعیہ کے اقوال تائیداً پیش کرتے ہوئے اور خوشی کا مژدہ سناتے ہوئے بڑے سجے تلے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

ولعلك علمت بهذا موافقة كثير من المحدثين لابي حنيفة في قبول رواية المستور فتنبه له" (انہار السکن ص ۵۲)

"کثیر من المحدثین" کی حقیقت کے اظہار کا یہ موقعہ نہیں البتہ یہ لطیفہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت مولانا صفدر صاحب تو مستور کی روایت کو قبول کرنے کا مسلک (امام دارقطنی اور امام ابن حبان سے نقل کرتے ہوئے) ... جمہور کے خلاف قبلاتے ہیں لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت مولانا تھانوی صاحب امام ابوحنیفہؒ کی تائید میں "کثیر المحدثین" کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں دونوں بزرگوں میں حق بجانب کون ہیں؟ -

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو متعین کرنے کے بعد بحث کے آخر میں علمائے احناف کے موقف کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"اختلفت کلمة اصحابنا فی المستور فیعلم من کلام الآمدی وعلی القاری المذکور سابقا تبوله عندنا مطلقا وقال فی تفوالاثر وا ما المستور وهو عندنا من کان عدلا فی الظاهر ولم تعرف عدالته فی باطن سواء انفرد بالرواية عنه واحد ام روی عنه اثنان فصاعدا فحکم حديثه الانقطاع الباطن و عدم القبول الا فی الصدر الاول ای القرون الثلاثة المشهود لها بالخير کما صرح به فی باالانقطاع ونقله فی مقدمة مسند الامام عن القاری ايضا حيث قال والثامن عشر ما نقل عنه وحاصل الخلاف ان المستور من الصحابة والتابعين واتباعهم يقبل بشهادته صلی الله عليه وسلم خير القرون قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم وغيرهم لا يقبل الا بتوثيق وهو تفصيل حسن" (انهاء السکن ص۵۳)

حاصل کلام یہ کہ خیر القرون یعنی صحابہ کرام اور تبع و تابعین عظام کے دور تک مستور کی روایت علمائے احناف کے نزدیک قبول ہوگی اور خیر القرون مستور کی روایت مردود و ضعیف لیکن اس پر یہ تفریع کہ خیر القرون کے مستور کی روایت جواز عمل پر تو دلالت کرتی ہے وجوب پر نہیں تو اسے مولانا تھانوی صاحب کی تجدد پسندی ہی کہہ سکتے ہیں ورنہ راوی کو مقبولین و معتدلین میں شمار کرنا لیکن اس کی روایت سے وجوب تسلیم نہ کرنا تحکم و سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے۔؟

ہماری ان گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت مقبول ہے اور علمائے احناف کے نزدیک بھی صحیح بات یہی ہے۔ کہ خیر القرون کے مستور کی روایات صحیح اور قابل قبول ہیں۔ بنابریں نافع بن محمود کی روایات صحیح اور مقبول ہونی چاہئیں جبکہ وہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور اگر امام ابوحنیفہ کی طرف اس مسلک کا انتساب درست نہیں تو اس کے ذمہ دار حافظ ابن حجر نہیں بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ الآمدی، ملّا علی قاری، علامہ الحسامی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا عبداللہ ٹونکی وغیرہ ہیں۔ کیا یہ بزرگ علمائے احناف کی فہرست سے خارج ہیں؟ اور کیا انہیں گھر کے بھیدوں کا علم نہیں۔

مولانا صفدر صاحب نے دراصل تخلیط و تلبیس سے کام لیا ہے کہ احناف کے نزدیک مستور کی روایت مردود ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ خیر القرون کے رواۃ بہرحال اس حکم سے خارج ہیں جیسا کہ ہم مختصراً عرض کر آئے ہیں۔

لیکن پھر بھی اگر اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے مولانا صفدر صاحب کی طبیعت ابا کرتی ہے تو ہم عرض کریں گے کہ جناب من، عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کی طرح نافع بن محمود بھی معروف اور ثقہ ہے جبکہ نافع سے روایت کرنے والے دو راوی (حکیم بن حرام، اور مکحول) ہیں۔ اور آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ "ان سے (یعنی عبدالرحمٰن الاعرج) علاوہ امام ابوالشیخ اصبہانی کے قاضی ابواحمد محمد بن احمد بھی کرتے ہیں۔ اور مشہور محدث امام دارقطنی لکھتے ہیں:

ارتفاع اسم الجهالة ان يروى عنه رجلان فصاعداً فاذا كان هذه صفته ارتفع عنه اسم الجهالة وصار حينئذ معروفا۔ امام دارقطنی کے اس ضابطہ کے مطابق عبدالرحمٰن الاعرج مجہول نہیں بلکہ معروف۔

(تسکین الصدور ص ۱۸۳، ۱۸۴)

لیکن ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیں کہ عبدالرحمٰن کی توثیق ثابت کرنا ہے تو بے بنیاد اور غلط دعویٰ کی بنیاد پر امام دارقطنی "مشہور محدث اور امام" کے الفاظ سے گویا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہاں امام دارقطنی کی صراحتہ توثیق غیر مردود و شاذ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ انداز تحقیق "محققانہ و محدثانہ و منصفانہ" تعجب اور صد حیف ایسی تحقیق و تفحص پر۔

۴۔ اسی طرح ص ۱۱۱ ج ۲ میں فرماتے ہیں:

"ابوقلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

مدلس عن من لحقهم وعن من لم يلحقهم۔

مؤلف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ ابوقلابہ پہلے طبقہ کے مدلس ہیں اور محدثین نے ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تدلیس کو برداشت کیا ہے مگر مؤلف مذکور نے بالکل غور نہیں کیا ابوقلابہ جب عمن لم یلحقھم سے بھی تدلیس کرتے ہیں تو پھر کسی طبقہ میں ہوں کیونکہ وہ قابل برداشت ہوں گے۔ اس صریح عبارت کو بھی دیکھئے نرا طبقہ ہی نہ دیکھیں۔"

قبل اس سے کہ ہم ابوقلابہ کی تدلیس کے متعلق کچھ عرض کریں یہ بات پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ابوقلابہ جن کا نام عبداللہ بن زید ہے بصرہ کے کبار علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے ائمہ جرح و تعدیل نے بالاتفاق انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ امام بخاری امام مسلم اور دیگر اصحاب السنن والمسانید نے باکثرت ان سے احتجاجاً روایتیں لیں ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیسرانی نے صراحت کی ہے۔ بنا بریں ہم یہاں مولانا صفدر صاحب سے استفسار میں حق بجانب ہیں ان کے متعلق کیا حکم صادر فرماتے ہیں جبکہ قتادہ کی تدلیس کے جواب میں محدث مبارکپوری کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

"ہم مبارکپوری صاحب اور ان کے اتباع کے مشکور رہیں گے کہ وہ بخاری و مسلم کی ان جملہ روایات پر جن میں قتادہ نے عنعنہ کیا ہے، خط تنسیخ کھینچ دیں اور یا ان کے غیر صحیح ہونے کا اعلان کر دیں۔

(احسن الکلام ص ۲۴۳ ج ۱)

ہم انہی کے الفاظ میں عرض کریں گے کہ حضرت مولانا صاحب صحیح بخاری و مسلم کی ان جملہ روایات پر جن میں ابوقلابہ نے عنعنہ کیا ہے خطِ تنسیخ کھینچ دیں یا ان کے غیر صحیح ہونے کا کھلا اعلان کریں مثلاً ملاحظہ ہوں صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۵۱، ۲۵۱، ۲۶۸، ج ۱۔ ص ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۲۲۷، ج ۲ وغیرہ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انداز تحقیق صحیح نہیں ہے۔ قتادہ اپنی جگہ مدلس لیکن صحیحین میں قتادہ کا نہ عنعنہ مضر اور نہ ہی ابوقلابہ کا۔ بلکہ صحیحین میں مدلس کی معنعن روایات بھی محمول علی السماع ہیں خود مولانا مبارکپوری اور جمہور علمائے فن اسی کے قائل ہیں۔

اور جہاں تک ابوقلابہ کے مدلس ہونے کا تعلق ہے تو بلاشبہ حافظ ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں ان کی طرف تدلیس کی نسبت کی ہے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ یہاں ان کی مراد تدلیس بمعنی ارسال ہے۔ جبکہ امام ذہبی کی عبارت اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ تدلیس کی تعریف یہ ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ھو ان یروی عمن لقیہ مالم یسمعہ منہ متوھما انہ سمعہ منہ" الخ

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۶)

یعنی مدلس میں یہ شرط ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔ لیکن وہ اس سے ایسی روایت بیان کرے جو موہم سماع ہو۔ تدلیس کی یہی تعریف مختلف الفاظ سے خطیب بغدادی حافظ عراقی، حافظ ابن حجر، علامہ السیوطی، علامہ الجزائری وغیرہ تمام آئمہ فن نے نقل کی ہے۔ لیکن امام ذہبی یہاں ابو قلابہ کی طرف تدلیس کی نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مدلس عن من لحقھم وعن من لم یلحقھم"

کہ وہ ان شیوخ سے تدلیس کرتے ہیں جن سے ملاقات کی ہے اور جن سے ملاقات نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ اس عبارت کے آخری خط کشیدہ الفاظ (عن من لم یلحقھم) تدلیس کی تعریف پر نہیں بلکہ مرسل کی تعریف پر صادق آتے ہیں۔ اگرچہ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب اسے تدلیس کی خطرناک قسم شمار کرتے ہوئے خالص جذباتی انداز میں فرماتے ہیں: "وہ تو عمن لم یلحقھم سے بھی تدلیس کرتے ہیں تو پھر کسی طبقہ میں بھی ہوں کیونکر وہ قابل برداشت ہوں گے؟"

اگر یہ صحیح ہے تو ہم مولانا کے اس لحاظ سے ممنون ہیں کہ انہوں نے تدلیس کی نئی تعریف کر کے فن کی بڑی خدمت کی۔ اور ہم ایسے طالب علموں پر احسان عظیم فرمایا۔ دعوائے تقلید کے باوجود فروع کے علاوہ اصول میں یہ "اجتہاد" خوش آئند ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر قابل ستائش ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے "خود بالکل غور" نہیں کیا ورنہ اصول حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی تدلیس اور ارسال کے فرق سے بخوبی واقف ہے۔ حافظ ذہبی نے اگر یہاں عمن لم یلحقھم کو تدلیس سے ملحق کیا ہے تو یہ عین اصول کے مطابق ہے۔ جبکہ تدلیس پر ارسال کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ خطیب بغدادی نے الکفایہ (ص ۳۵۷) میں صراحت کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الخطیب التدلیس متضمن للارسال لامحالۃ لامساک المدلس عن ذکر الواسطۃ وانما یفارق حال المرسل بایھامہ اسماع ممن لم یسمعہ فقط والموھن لامرہ فوجب کون التدلیس متضمنا للارسال والارسال لا یتضمن التدلیس" "النکت [illegible] من نخبتی"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اگر اس اصطلاح اور ارسال و تدلیس کے مابین فرق سے مولانا صفدر صاحب واقف نہیں تو انہیں خود اپنا سر پیٹنا چاہیئے کہ صحیح بات کہنے والوں کو خود مشکی کی نصیحت ۔

میزان الاعتدال کے علاوہ رجال کے متعلق حافظ ذہبیؒ کی متعدد کتابیں ہیں۔ لیکن ان میں کہیں تدلیس کا ذکر نہیں بلکہ مدلسین پر انہوں نے ایک ارجوزہ بھی لکھا ہے جس کا خطی نسخہ الحمدللہ میرے ہاں محفوظ ہے۔ اس میں بھی انہوں نے ابو قلابہ کو ذکر نہیں کیا۔ حافظ تاج الدین السبکی نے بھی یہ ارجوزہ طبقات الشافعیہ میں حافظ ذہبی کے ترجمہ میں نقل کیا۔ اس میں بھی ابو قلابہ کا نام مذکور نہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حافظ ذہبی خود انہیں مدلس قرار نہیں دیتے۔ لہٰذا میزان میں تدلیس کی نسبت کے یہی معنی ہیں کہ وہ ارسال کیا کرتے تھے جبکہ تدلیس کا اطلاق ارسال پہ صحیح اور عین اصطلاح محدثین کے موافق ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا طبقات المدلسین میں ابو قلابہ کو طبقہ اولیٰ میں شمار کرنا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ ابو قلابہ اصطلاحی مدلس نہیں۔ طبقات کی یہ تقسیم اگرچہ استقرائی ہے اور دلائل و براہین کی بنا پہ اختلاف کی گنجائش ہے۔ جس کی یہاں تفصیل یقیناً بے محل ہو گی۔ لیکن محض دھینگا مشتی سے اس تقسیم کی تردید اہل علم کو زیبا نہیں۔ طبقات کی اس تقسیم پہ حافظ ابن حجر نے اگرچہ یہاں اس کی چنداں وضاحت نہیں کی لیکن "النکت علی ابن الصلاح" میں اس پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے چنانچہ صحیحین کے مدلسین کو طبقات پر تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وكذلك المدلسون الذين اخرج حديثهم في الصحيحين ليسوا في مرتبة واحدة في ذلك بل هو على مراتب الاولى من لم يوصف بذلك الا نادرا وغالب روايتهم مصرحة بالسماع والغالب ان اطلق ذلك عليهم فيه تجوز من الارسال الى التدليس ومنهم من يطلق ذلك بناء على الظن ويكون التحقيق خلافه كما بينا ذلك في حق شعبة قريبا وفي حق محمد بن اسماعيل في كلام على التعليق والله اعلم فمن هذا الضرب ايوب السجستاني وجرير بن حازم . . . . طاؤس وابو قلابة" الخ

اس عبارت اور بالخصوص خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں اسی فہرست میں آپ ابو قلابہ بھی پائیں گے۔ جس سے طبقات المدلسین میں ابو قلابہ کو طبقہ اولیٰ میں ذکر کرنے کا سبب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اس سے ہمارے موقف کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے کہ ابوقلابہ پر تدلیس کا لفظ بمعنی ارسال ہوا ہے وہ اصطلاحی مدلس قطعاً نہیں۔ یہی وجہ ہے حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں ابوقلابہ کی طرف تدلیس کی نہیں ارسال کی نسبت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"عبد اللہ بن زید بن عمرو او عامر الجرمی ابو قلابۃ البصری ثقۃ فاضل کثیر الارسال"

(تقریب ص ۲۶۷)

حافظ ابن حجرؒ کے علاوہ امام ابوزرعہ تو واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

"ابو قلابۃ لا یعرف لہ تدلیس"

(الجرح والتعدیل ص ۵۸ ج ۲ ق ۲، تہذیب التہذیب ص ۲۲۶ ج ۵)

کیا اس تصریح کے بعد بھی ابوقلابہ کی طرف تدلیس کی نسبت صحیح ہے۔؟ الغرض اصول حدیث اور آئمہ فن کی تصریحات کے مطابق ابوقلابہ قطعاً مدلس نہیں۔ مولانا صاحب کی رسائی "النکت" تک نہیں ہو سکی۔ اس لیے ہم انہیں ایک گونہ معذور سمجھتے ہیں۔ لیکن تہذیب میں امام ابوزرعہ کی صراحت کو نظر انداز کرنا اور حافظ ذہبی کے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا جلد بازی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ علامہ نیموی کی "دوررس نگاہ" ابوقلابہ پر تدلیس کے الزام کی حقیقت سے بخوبی واقف تھی جبکہ "النکت" ان کے پیش نظر تھی اس لیے انہوں نے صرف "ارسال" کی موہوم علت پر اکتفاء مناسب سمجھی لیکن مولانا صفدر صاحب چونکہ اس سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے تنکے کا شہتیر بنایا ویسے بھی وہ عموماً دلائل میں "جدت" پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ انہیں یہ سعی مبارک اس کے لیے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

مزید اسی صفحہ ۱۱۱ پر فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں "رجل من اصحاب" کے بارے میں خود امام بیہقیؒ وغیرہ کے نزدیک کلام ہے۔ امام بیہقیؒ "رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کو مرسل کہتے ہیں۔"

———— حضرت مولانا صفدر صاحب نے یہاں امام بیہقی کے کلام پر اکتفاء نہیں کی بلکہ علامہ خطابی، حافظ ابن حجر وغیرہ سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ طریق سند مجہول ہے اور [illegible] روایت صحیح نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن یہ قول شاذ اور جمہور اہلِ علم کے خلاف ہے بلکہ اس کی سند کی صحت پر تو بعض نے اجماع بھی نقل کیا ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

جہاں تک امام بیہقیؒ کے قول کا تعلق ہے تو ان کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ بعض مقامات پر اگرچہ انہوں نے اس طریق یعنی "رجل من الصحابۃ" کو مرسل کہا ہے لیکن بعض دوسرے مقامات پر اسے صحیح اور متصل بھی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ "السنن الکبریٰ" میں ایک روایت بطریق ابوعمیر بن انس عن عمومۃ لہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ابوعمیر رواہ عن عمومۃ لہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، و اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم ثقات" (السنن ص ۲۴۹ - ج ۲)

اسی طرح یہی روایت ایک دوسرے مقام پر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ھذا اسناد صحیح ..... وعمومۃ ابی عمیر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یکونون الا ثقات" (السنن الکبریٰ ص ۳۱۶، ج ۳)

اسی طرح ص ۱۶۶، ج ۲ میں حدیث موسیٰ بن ابی عائشہ کے متعلق فرماتے ہیں "ھذا اسناد جید" اور معرفۃ السنن و الآثار" میں فرماتے ہیں:

"اسنادہ صحیح واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم ثقات فترک ذکر اسمائھم فی الاسناد لا یضر اذا لم یعارضہ ما ھو اصح منہ"

(بحوالہ الجوہر النقی ص ۱۹۱، ج ۱)

بنا بریں یہ کہنا کہ "امام بیہقی رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند کو مرسل کہتے ہیں" علی الاطلاق صحیح نہیں۔ ان کے کلام میں خاصہ تعارض ہے اس لئے اصولی طور پر اس سے احتجاج و استدلال صحیح نہیں۔ لیکن ایک قول کو قاعدہ قرار دے کر دوسرے کو نظر انداز کرنا اور پھر سوء اتفاق کہ اس پر اس قدر لن ترانیاں کرنا کہ امام بیہقی اپنے قائم کردہ اصول کی پابندی کریں، یہ تھوڑا فائدہ ہے، سبحان اللہ! اہل علم کے لئے یہ انداز بہرحال اچھا نہیں۔ علامہ ماردینی نے امام بیہقی کے اس قول کی پر زور تردید کی ہے اور ان کے کلام میں تعارض ثابت کرتے ہوئے آخر میں جمہور علماء کے مسلک کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں کہ :

"فکلام البیہقی فی ھذا بین الموضعین یؤید ما قلنا " الخ

(الجوہر النقی ص ۱۹۱ ، ج ۱)

بلاشبہ امام بیہقی کے کلام میں یہ تعارض حیران کن ہے ۔ ابتداءً ہمارا خیال تھا کہ کبار تابعین اگر " رجل من الصحابۃ " سے روایت کرتے تو وہ اسے متصل اور صحیح قرار دیتے ہیں لیکن ہمارا یہ ظن صحیح ثابت نہ ہوا جب کہ وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ایسے کبار تابعی کی روایت کو بھی مرسل کہتے ہیں (ملاحظہ ہوں السنن الکبریٰ ج ۱ ، ص ۴۲۱) کافی غور و فکر کے بعد ابھی تک کوئی صحیح توجیہ نظر نہیں آتی ۔

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا!

علاوہ ازیں علامہ خطابی (معالم السنن ص ۱۱۹ ج ۱) اور حافظ ابن حزم (المحلی ص ۶۱ ج ۴، ۳۳۸ ج ۷) وغیرہ کے کلام سے ان کا استدلال کہ وہ بھی رجل من اصحاب النبی کو مجہول کہتے ہیں صحیح نہیں جبکہ جمہور اہل علم ان کے خلاف ہیں جس کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی ۔ البتہ جہاں تک حافظ ابن حزم کا اس مسئلہ سے تعلق ہے تو اس کی حقیقت بھی سن لیجئے امام ابن حزم دراصل رجل من اصحاب النبی کی سند کو رجل مجہول ہونے کی بناء پر مرسل قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل انہوں نے " الاحکام فی اصول الاحکام " ص ۲، ۳ ج ۲ میں بیان کی ہے ۔

یہ صحیح ہے کہ المحلی کے مذکورۃ الصدر دونوں مقامات پر بلکہ الاحکام ہی میں ص ۳۷ ج ۲ میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحابنا انھم کانوا اذا صلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند کو مجہول و مردود قرار دیا ہے لیکن تعجب ہے کہ المحلی میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں :

" ھذا اسناد فی غایۃ الصحۃ ... من اسناد الکوفیین "

(المحلی ص ۵۸ ج ۳)

اندازہ فرمائیں اسی روایت کو الاحکام میں مجہول السند اور غیر مقبول قرار دے چکے ہیں ۔ جبکہ یہ صراحت موجود ہے انھم اذا صلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بعد اصحابنا سے اصحاب المحدثین مراد لینا سینہ زوری ہے اور دونوں مقامات کو متعارض خیال نہ کرنا حقائق سے اغماض کے مترادف ہے۔ اسی طرح علامہ خطابی کا عمل بھی مختلف ہے۔ حافظ ابن حزم اور انہوں نے ابو عمیر عن عمومة له من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

قلت سنة رسول الله اولی وحدیث ابی عمیر صحیح فالمصیر الیه واجب"

(معالم السنن ص ۵۲ ج ۲، المحلی ص ۹۲ ج ۵)

یہ درست ہے کہ ابو عمیر اپنے چچا کو جانتے ہوں گے اس لیے ان کے صحابی ہونے کو ابو عمیر سے بڑھ کر کون واقف ہوگا لیکن یہ بھی تو ابو عمیر پر اعتماد کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اپنے چچا کا نام کیوں نہیں بتلایا؟ تاکہ حقیقت حال کا پتہ چل جاتا۔ دیکھئے جو اعتراض "عن رجل من اصحاب النبی صلعم" پر ہے اسی کا احتمال یہاں بھی موجود ہے۔ ثقہ تابعی کی بات محض احتمال کی بنا پر رد کر دینا معقول بات نہیں اور نہ ہی اصطلاح محدثین کے موافق و مطابق ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر صحابی کی معرفت و پہچان کے متعلق لکھتے ہیں:

ویعرف کونه صحابیا بالتواتر والاستفاضة او الشهرة او باخبار بعض الصحابة او بعض ثقات التابعین او باخباره عن نفسه بانه صحابی الخ

(نزہۃ النظر ص ۹۰)

یعنی معرفت صحابہ کے پانچ طریقے ہیں:

۱۔ تواتر کہ کسی کا صحابی ہونا تواتر سے ثابت ہو جیسے خلفاء اربعہ وغیرہ۔

۲۔ شہرت، یعنی کسی کا صحابی ہونا شہرت کو پہنچ چکا ہو۔

۳۔ صحابی کسی کے متعلق کہے کہ یہ صحابی ہے۔

۴۔ ثقہ تابعی کسی کے متعلق کہے یہ صحابی ہے۔

۵۔ ایسا عادل آدمی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور اس کا دعویٰ ہو کہ وہ صحابی ہے۔

اندازہ فرمائیے محدثین نے ثقہ تابعی کی شہادت کہ وہ صحابی ہے کا اعتبار کیا ہے اور اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں: وزاد شیخ الاسلام ابن حجر بعد هذا ان یخبر احاد التابعین بانه صحابی بناء علی قبول التزکیة من واحد وهو الراجح" تدریب الراوی ص...

لیکن اگر اس تابعی کی بات ... تو ... اس تابعی کی شہادت مجروح ہو کر رہ جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com